اصلاحی خطبات (۱۱)

جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ ○ پرانی انارکلی لاہور، فون: ۷۳۵۲۲۸۳

فہرست

بعد از خطبہ مسنونہ

اما بعد ! عن کعب بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه ﴿قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وآلِه وسلم مَا ذِئبَانِ جَا ئِعَانِ اُرْ سِلَافِیْ غَنَمٍ لَاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَی الْمَالِ وَالشَّرْفِ لِلدِّین﴾ (رواه الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

(مشکوٰۃ، کتاب الرقاق حدیث نمبر ۲۰)

حدیث پاک کا مفہوم

یہ حدیث حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "کہ اگر دو بھوکے بھیڑیے کسی بکریوں کے گلہ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اس بکریوں کے گلہ میں اتنا فساد نہیں مچائیں گے جتنا مال اور جاہ کی محبت انسان کے دین میں پیدا کرتی ہے" پہلی چیز مال کی محبت ہے جس سے اکثر حضرات واقف ہیں، دوسری چیز شرف کی محبت ہے جس میں دو چیزیں داخل ہیں، ایک وہ جسے عام طور پر حبّ ِجاہ سے تعبیر کرتے ہیں، اور دوسری وہ جسے ریا دکھاوا اور نام و نمود سے تعبیر کرتے ہیں، یہ دونوں چیزیں ملتی

جلتی ہیں لیکن ان میں تھوڑا سا فرق ہے۔

حب جاہ کا مطلب

حب جاہ کا معنی یہ ہے کہ اس بات کی حرص اور طلب ہو کہ لوگوں پر میرا اثر قائم ہو جائے، کوئی ایسا عہدہ اور منصب حاصل کرلوں جو بااثر ہو، جس سے لوگ میری عزت کرنے لگیں اور مجھے اپنا قائد اور لیڈر ماننے لگیں، تو یہ شوق کہ لوگ میری بات مانیں اور لوگوں پر میرا اثر ہو اس کا نام حب جاہ ہے۔

نام و نمود اور تعریف پسندی

یہ خواہش کہ لوگ مجھے بلند سمجھیں اور میری ہر ادا کو پسند کریں۔ اسکو خواہ تعریف پسندی کہیں یا دکھاوا یہ بھی حب جاہ کا ایک حصہ ہے۔ حضور ﷺ اس حدیث مبارکہ میں ہمیں اسی طرف متوجہ فرمارہے ہیں کہ یہ جاہ کی محبت خواہ منصب کے ذریعے ہو یا تعریف پسندی کے ذریعے یہ انسان کے دین میں بڑا فساد پھیلاتی ہیں، جس طرح بھوکے بھیڑیے بکریوں کے گلے میں فساد پھیلاتے ہیں اس سے زیادہ فساد یہ چیزیں

پھیلاتی ہیں۔ ان دونوں چیزوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بڑے نازک مقامات ہیں، اور ان سے بچنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا شراب پینے اور خنزیر کھانے سے بچنا چاہیے۔ پہلا حصہ جو میں نے عرض کیا کہ بڑا منصب یا عہدہ حاصل کرنے کی کوشش اور فکر کرنا تاکہ لوگوں کو متاثر کیا جاسکے اور رُعب ڈالا جاسکے، یہ سب ناجائز اور حرام ہے۔

جاہ کا کچھ حصہ شرعاً بھی مطلوب ہے

جاہ کا کچھ حصہ شرعاً مطلوب بھی ہے اور جائز بھی، یعنی لوگوں کے دلوں پر اتنا اثر قائم ہو جائے جس کے نتیجے میں انسان دوسروں کی ایذا دہی اور نقصان سے اپنے آپ کو بچا سکے، گویا اگر کوئی شخص بالکل بے حیثیت اور بے عزت ہے، دوسروں کی ایذا رسانی سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا تو اتنے جاہ کا حصول کہ جس کے ذریعے انسان اپنے آپ کو تکلیف سے بچا سکے یہ نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ مثلاً ایک آدمی کی کسی کی نگاہ میں کوئی وقعت اور عزت نہیں ہے، کوئی آکر اُس کو مار گیا، کوئی اس کا مال لوٹ گیا یا کوئی اُس کی جان پر حملہ آور ہو گیا اب اگر کہیں جا کر شکایت کرتا ہے تو

کوئی اس کی بات نہیں سنتا' تھانے میں جاتا ہے تو پولیس والے رپورٹ درج نہیں کرتے۔ آج کی دنیا ایسے بے وقعت آدمی کو مار ڈالے گی۔لہذا اتنی جاہ کہ جس سے تکلیف کو دور کر سکے جائز بھی ہے اور ضروری بھی، اتنی جاہ اگر کوئی طلب کرے تو شریعت میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔

ضرورت سے زائد جاہ کی طلب

لیکن اگر جاہ اس لئے طلب کر رہا ہے تاکہ اپنی ضرورت سے زائد منافع حاصل کروں، کیونکہ اگر یہ منصب مجھے مل جائے گا تو میں اس سے لوگوں پر اثر ڈالوں گا اور اپنے لئے منافع حاصل کرونگا، یہ حب جاہ ہے جو کہ حرام ہے۔

عہدہ کی طلب حدیث نبویؐ کے آئینہ میں

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حکومت کے جتنے بھی عہدے اور منصب ہیں، اگر کسی شخص کو بے مانگے عطا ہو جائیں اور انسان اس کو اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ حدود کے مطابق استعمال کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے نعمت ہے اور انشاء اللہ اس کی مدد ہو گی، لیکن جو شخص اُس عہدے کے پیچھے بھاگتا ہے، لوگوں سے سفارشیں اور درخواستیں کراتا ہے، تو حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسکی کوئی مدد نہیں ہوتی (رواہ الترمذی عن انس۔ مشکوۃباب العلم فی القضاء والخوف منه حدیث نمبر۴) اس لیے شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ انسان کوئی بھی عہدہ، منصب، وزارت یا حکمرانی خود سے بڑھ کر طلب نہ کرے مگر یہ کہ قومی مفاد کیلئے بہت ہی شدید حاجت ہو۔

شدید حاجت کیاہے؟

منصب کی طلب میں شدید حاجت یہ ہے کہ اگر میں آگے بڑھکر قبول نہیں کرونگا تو ظالم لوگ اس پر قابض ہو کر مخلوقِ خدا کو نقصان پہنچائیں گے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا کہ جب بادشاہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور اپنا مقرب بنایا تو بادشاہ مصر کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام نے خود فرمایا'

﴿اِجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّی حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴾ (سورہ یوسف آیت ۵۵)

"مجھے آپ حکومت کے خزانے کا محکمہ حوالے کر دیں تاکہ میں اس کی نگرانی ٹھیک سے کروں" کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام جانتے تھے کہ اگر میں نہیں جاونگا تو کچھ لوگ دوسروں کے حقوق غصب کر کے کھا جائیں گے اور ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں گے۔ لہذا مخلوقِ خدا کو ظلم سے بچانے کی خاطر انھوں نے اس عُہدے کو طلب کر لیا، چنانچہ یہ ایک استثنائی صورت ہے، اگر کہیں پیش آجائے تو جائز ہے کہ اُس عہدے کو طلب کر لیا جائے، لیکن اصل حکم یہ ہے کہ خود سے آگے بڑھکر عہدہ طلب نہ کرے۔

وعظ و تقریر میں احتیاط

علماء نے یہاں تک فرمایا کہ خود سے آگے بڑھکر واعظ بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ ایسا کرنے میں برکت نہیں ہوتی۔

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے:-

﴿لَایَقُصّ اِلَّا اَمِیْرٌ اَوْ مُخْتَالٌ﴾

کہ وعظ یا تو وہ کہتا ہے جو دینی امور میں امیر ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُسے امارت کا منصب عطا کیا ہو، یا اسکو جسے امیر کی طرف سے حکم دیا گیا ہو۔ مثلاً کسی اللہ والے نے وعظ کے لیے بٹھا دیا کہ تم یہ خدمت انجام دو تو اس کے لیے وعظ کہنا جائز ہے۔ تیسرا جو شخص بھی وعظ کہے گا تو آنحضور ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ مختال یعنی دکھاوا کرنے والا ہے، اور اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر وعظ کہہ رہا ہے۔ بعض لوگ خود اپنی طرف سے بغیر کسی کے کہے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کے وعظ و نصیحت میں برکت نہیں ہوتی، اُلٹے تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ جب تک کوئی اللہ والا بزرگ کسی منصب پر نا بٹھائے اُس وقت تک خود سے اُس منصب پر نہ بیٹھے۔

مقبول واعظ کے لیے احتیاط

ہم لوگوں کی مثال کچھ ایسی ہے کہ جب وعظ کرنا شروع کیا اور کچھ لوگ جمع ہو گئے اور انھوں نے تعظیم و تکریم کرتے ہوئے بات سننا شروع کر دی، تو دماغ میں یہ خیال آتا ہے کہ اتنے سارے لوگ جو میری بات

سن رہے ہیں یقیناً کچھ نہ کچھ میرے اندر ضرور موجود ہے، تو اس سے انسان کا نفس خراب ہوتا ہے اور انسان تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

خرابی نفس کا عجیب واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے اس کی مثال میں ایک قصہ لکھا ہے عرب میں ایک مشہور لالچی شخص گزرا ہے، جس کا نام اشعب تھا، ایک مرتبہ کہیں جارہا تھا کہ راستے میں کچھ لوگوں کو برتن بناتے دیکھا، اُس نے ان سے کہا کہ تم لوگ اتنے چھوٹے چھوٹے تھال کیوں بنا رہے ؟ بڑے بڑے تھال بناؤ، لوگوں نے اس سے کہا ہم خواہ چھوٹے چھوٹے تھال بنائیں یا بڑے تمہیں کیا مطلب ؟ کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ جو تھال تم بنارہے ہو کسی ایسے شخص کے پاس پہنچے جو میرے پاس اُس تھال میں تحفہ لے کر آئے، اس لیے تم بڑا تھال بناؤ۔

اسی کی لالچ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بعض اوقات گھر سے نکلتا اور بچوں کو کھیلتا دیکھ کر جھوٹ موٹ کہتا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ فلاں جگہ جاؤ وہاں مٹھائی بٹ رہی ہے، چونکہ بچوں کو مٹھائی کا شوق ہوتا ہے،

لہذا وہ کھیل کو چھوڑ کر اس طرف بھاگے، جب سب بچے بھاگنے لگے تو خود بھی اُن کے پیچھے بھاگنے لگتا، کسی نے پوچھا تم کیوں بھاگ رہے ہو، اُس نے کہا میں اس لیے پیچھے بھاگ رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ مٹھائی بٹ ہی رہی ہو۔

غلط سوچ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے تھے کہ کچھ لوگ بعض اوقات اپنے تقدّس، بزرگی اور علم و فضل سے لوگوں کو خود دھوکہ دیتے ہیں، اور جب کچھ لوگ مائل ہو گئے تو پھر سوچتے ہیں کہ اتنی ساری مخلوق جو مائل ہو رہی ہے آخر کوئی بات ہے جو سارے لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، یہ سوچ غلط ہے جو کہ بعض اوقات انسان کو تکبّر میں مبتلا کر دیتی ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا یقیناً ایک عظیم کام ہے، لیکن اس کا فائدہ اُسی وقت ہوتا ہے کہ جب بندہ اس کام کو تعریف کروانے، مشہور ہونے یا پرہیزگار کہلوانے کے لیے نہ

کرے، بلکہ اس کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی اور اُسکی رضا مندی ہو۔

شیخ کی نگرانی میں کام کرو

اس لئے یہ بڑا خطرناک اور نازک معاملہ ہے کہ جب تک کوئی بزرگ کسی منصب پر نہ بٹھادے یا کسی کی باقاعدہ نگرانی نہ ہو تو بعض اوقات انسان حبِ جاہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ کام کرنے سے پہلے اور کام کرنے کیساتھ ساتھ کسی اللہ والے سے تعلق قائم رکھو، تاکہ انسان کا نفس حبِ جاہ کی بیماری سے محفوظ رہے۔

شیخ ابو الحسن نوریؒ کا واقعہ اخلاص

شیخ ابو الحسن نوریؒ جو بڑے درجے کے بزرگ تھے، اُن کے بارے آتا ہے کہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستے میں دیکھا کہ سمندر کے کنارے کشتیوں سے کچھ مٹکے اُتر رہے ہیں، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ شراب کے مٹکے ہیں جو حاکم وقت کے لیے کسی دوسرے ملک سے

آئے ہیں، اور اب ایک بڑے جہاز میں لاد کر اُسکے پاس جانے ہیں، شیخ ابوالحسن نوریؒ کو بہت صدمہ ہوا کہ ایک مسلمان ملک کا حاکم شراب کے مٹکے منگوا رہا ہے آپ کو نہی عن المنکر کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور آپ نے اُن بیس مٹکوں کو ایک ایک کر کے توڑنا شروع کیا، یہاں تک کہ انیس مٹکے توڑ ڈالے، جب بیسواں مٹکا توڑنے کے لیے ہاتھ بلند کیا تو اچانک دل میں کچھ خیال کر کے اس آخری مٹکے کو چھوڑ دیا اور واپس آگئے، کسی طرح یہ خبر حاکم تک پہنچ گئی کہ فلاں شخص نے انیس مٹکے توڑ ڈالے، بادشاہ نے طلب کر لیا اور پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ دراصل قران کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اور اس کے نتیجے میں جو کچھ تکلیف پہنچے اس پر صبر کرو" چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ یہ برائی آپ تک پہنچے گی اور پھر مخلوق کے اندر پھیلے گی تو ان کو توڑنا چاہا لیکن خیال آیا کہ تو بڑا بہادر ہے کہ بادشاہ کی قید و سزا کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی، جب لوگوں کو پتا چلے گا کہ ابوالحسن نے بادشاہ کے مٹکے توڑ دیئے ہیں تو لوگوں میں تیری شہرت ہو گی۔ جب مجھے یہ خیال آیا تو اب میرا توڑنا اللہ کے لیے نہ رہتا بلکہ مخلوق کی تعریف طلبی کے لیے ہوتا، اب تک جتنے مٹکے توڑے تھے وہ اللہ تعالیٰ

کے حکم ماننے اور اُس کی رضا کے لئے توڑے تھے، اور اگر آخری مٹکے کو بھی توڑ دیتا تو وہ اپنے نفس اور دکھاوے کے لیے توڑتا للہٰذا آخری مٹکے کو چھوڑ آیا۔

شیخ ابوالحسنؒ کے اخلاص کا بادشاہ پر اثر

روایات میں آتا ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ کا بادشاہ پر ایسا اثر پڑا کہ اُس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مستقل طور پر آپ کو محتسب مقرر کر دیا کہ اب آپ شہر کی نگرانی کریں اور جتنی برائیاں نظر آئیں اُنکو دور کریں۔ غرض کسی کو نیکی کی بات بتانا اور برائی سے روکنا یہ اُس وقت قابلِ تعریف ہے جب اُس کا مقصد سوائے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے اور کچھ نہ ہو، کیونکہ اگر یہی کام شہرت، نام اور متقی کہلوانے کے لیے ہو تو ساری محنت اکارت ہو جاتی ہے اور انسان اُلٹا گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا واقعہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ حضرت

تھانویؒ کے استاد بھی تھے اور بڑے درجے کے بزرگ بھی تھے۔ حضرت تھانویؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد کانپور مدرسے میں پڑھانے لگے، کانپور کے لوگوں میں بدعات کا بہت زور تھا، لوگوں کا التفات قرآن وحدیث کی طرف کم اور منطق فلسفے کی طرف زیادہ تھا جبکہ علمائے دیوبند کا التفات قرآن وسنت کی طرف زیادہ تھا اس لئے وہ لوگ علمائے دیوبند کو کمتر سمجھتے تھے۔ حضرت تھانویؒ نے ایک مرتبہ سوچا کہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کو کانپور بلاؤں اور آپ کا یہاں وعظ کراؤں تاکہ لوگوں کو دین کی حقیقت بھی معلوم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ علمائے دیوبند ہر فن کو جاننے والے ہیں۔ چنانچہ جلسہ منعقد کیا گیا اور حضرت شیخ الہندؒ کو بلایا گیا، جلسے کے دوران حضرت تھانویؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کو اشارۃً یہ بتادیا کہ حضرت فلاں مسئلہ پر ذرا خاص طور پر بیان فرمادیجئے کیونکہ یہاں اُس مسئلے کے بارے میں بہت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ مسئلے کا تعلق بھی منطق اور فلسفے سے تھا۔ حضرت شیخؒ نے جب بیان شروع کیا تو اسوقت تو وہ لوگ نہیں پہنچے تھے جن کو وعظ سنانا مقصود تھا، لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ لوگ آئے، اسی وقت حضرت شیخ الہند نے اُس مسئلے پر بیان کرنا شروع کردیا جس میں حضرت نے بڑے اونچے

درجے کے علوم بیان فرمائے۔بیان ابھی جاری تھا کہ اچانک شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ میں آگے بیان کرنے سے معذرت خواہ ہوں اور واخر دعوانا ان الحمد اللہ ربّ العالمین کہکر بیٹھ گئے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی تشویش ہوئی کہ جب بیان کا اصل وقت آیا تو حضرتؒ بیٹھ گئے، چنانچہ میں نے حضرتؒ سے پوچھا کہ اب تو اصل موقع تھا لیکن آپ نے وعظ ختم فرمادیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ دراصل مجھے اس چیز کا خیال آگیا کہ اب میں ان لوگوں کے سامنے اپنی علمیت کا اظہار کر رہا ہوں۔ اب اگر میں وعظ جاری رکھتا تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہوتا بلکہ اپنی ذات کو نمایاں کرنے اور اپنی علمیت کو جتانے کے لیے ہوتا، اور ایسا وعظ بیکار ہے جس کا مقصد اللہ کی رضا نہ ہو بلکہ اپنی علمیت ظاہر کرنا مقصود ہو۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ انسان مجمعِ عام میں تقریر کے دوران یہ سوچ کر بیٹھ جائے کہ اب تک جو کہا تھا وہ اللہ کے لیے تھا لیکن اب جو کہوں گا وہ علمیت کے اظہار کے لئے ہوگا دراصل حبِ جاہ سے بچنے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ کوئی بھی منصب، کوئی بھی عہدہ اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لیے حاصل کرنا برا ہے۔ البتہ مخلوق کو فائدہ یا راحت پہنچانے کے لیے عہدہ حاصل کیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔

تمام بزرگ تواضع سے اولیاء اللہ بنتے ہیں۔

بعض اوقات جاہ و منصب یا اثر و رسوخ بغیر مانگے خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ عام طور پر یہ اُن اللہ والوں کے ساتھ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو تواضع سے مٹاتے چلے جاتے ہیں اور دنیا اُن کے قدموں میں آتی چلی جاتی ہے۔ حدیث میں سرورِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے

﴿مَنْ تَوَاضَعَ اللّٰہ رَفَعَہ اللّٰہُ﴾ (رواہ البیہقی عن عمرؓ۔ مشکوٰۃ باب الغضب والکبیر حدیث نمبر ۱۰) جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ بلند مقام عطا فرما دیتے ہیں" جتنے بھی بزرگ اور اولیاء اللہ ہوتے ہیں وہ خود چاہتے ہیں کہ کسی کو میری خبر نہ ہو، میں گمنام رہوں، لیکن وہ خوشبو جو مہکتی ہے وہ دیوانہ وار لوگوں کو کھینچ لاتی ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اردگرد حصار قائم کر لیتے ہیں لیکن مخلوق اُنکے قدموں پر نچھاور ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی خوشبو عطا فرمائی ہے جو بغیر مانگے اُنکو حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔

جائز منصب کے استعمال میں غلطیاں

لیکن ایسی جاہ جو جائز طریقے سے اور بے مانگے حاصل ہو جائے اُس

کے استعمال میں بڑی زبردست غلطیاں اور غفلتیں ہوتی ہیں جن کی طرف انسان کا ذہن نہیں جاتا اور انسان اُس میں مبتلا رہتا ہے اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس جاہ کا استعمال بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ ایک شخص سے اُسکی مرضی اور خوشنودی کے خلاف کوئی کام محض اپنی شخصیت اور عہدے کا دباؤ ڈال کر کرایا جاتا ہے جو سراسر ناجائز ہے۔

دباؤ ڈال کر چندہ کرنا

مثلاً کسی نیک کام کے چندہ کے لیے دو چار بااثر لوگوں کو ساتھ لے لیا جائے اور اُن کے ذریعے لوگوں سے چندہ کردیا جائے تاکہ اُن لوگوں کی وجہ سے وہ چندہ دینے سے انکار نہ کریں۔ کیونکہ اگر تنہا جائے اور بااثر لوگ ساتھ نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اُن لوگوں کے دلوں میں چندہ دینے کا داعیہ پیدا ہوتا یا نہ ہوتا یا چندہ دیتا مگر کم دیتا۔ لیکن جب کسی بھاری شخصیت کا رعب ڈال دیا گیا تو اُس سے انکار نہیں ہوا اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے وہ چندہ اُس کی شخصیت کے رعب کی بناء پر دیا ہے ورنہ دل سے وہ چندہ دینے پر راضی نہ تھا۔ ایسا کرنا جاہ کا غلط استعمال ہے۔ حدیث میں

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ اِلَّا
بِطِیب نفس منه﴾ یعنی کسی کا مال اسکی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں ہے
(رواہ البیھقی عن ابی حرۃ مشکوۃ باب الغضب والعاریته حدیث نمبر ۸۔)

مہر بھی خوشدلی کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔

قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا گیا کہ جب عورت مہر معاف کرے تو صرف زبانی معافی کافی نہیں بلکہ عورت اگر دل سے معاف کرے تو مہر معاف ہوتا ہے یہ مفہوم قرآن مجید میں اس طرح مزکور ہے ﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِنه نَفْسًا فَکُلُوہُ هَنِیًا مَرِیاً ﴾ (۔ سورہ النساء آیت نمبر ۴) یعنی اگر بیویاں خوشی سے تمہیں کچھ دے دیں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔"

مہر معافی کا مروّاج

عام طور پر لوگوں میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ ساری زندگی ساتھ گزاری لیکن کبھی بھی نہ مہر دینے کا خیال آیا اور نہ ہی ارادہ کیا۔ جب بسترِ مرگ پر پہنچ گئے اُسوقت بیوی سے کہہ دیتے ہیں کہ میرے ذمہ تمہارا مہر ہے اُسے معاف کر دو۔ اب اِیسے وقت میں اُس بیچاری کی زبان سے اس کے

سوا کیا نکلے گا کہ میں معاف کرتی ہوں۔ جب کہ قرآن کہتا ہے ایسی معافی معتبر نہیں۔ معافی وہی معتبر ہے جو خوشدلی سے ہو۔ حالات سے. مجبور ہو کر معاف کر دینا معتبر نہیں۔ چندہ کا بھی یہی حال ہے حالات یا شخصیات کے دباؤ میں آکر دیا ہوا چندہ حلال نہیں بلکہ یہ شخصیت کا غلط استعمال ہے۔

چندہ کی ایک جائز صورت

اور اگر ایک آدمی چندہ دینا تو چاہتا ہے لیکن اگر آپ خود جائیں تو اس کو یہ اعتماد نہیں ہوتا کہ یہ چندہ لینے والا اس چندہ کو صحیح مصرف پر خرچ بھی کریگا یا نہیں۔ لہذا آپ ایک ایسے شخص کو ساتھ لے گئے جس کیوجہ سے چندہ دینے والے کو اس بات کا اعتماد ہو جائے کہ چندہ لینے والا غلط آدمی نہیں ہے تو یہ طریقہ جائز ہے۔ لیکن اگر کسی اہم شخص کو اس لئے ساتھ لے گیا کہ چندہ دینے والا دباؤ اور رُعب میں آکر کچھ نہ کچھ دے ہی دے گا تو یہ بالکل حرام ہے اور اپنے منصب کا غلط استعمال ہے۔

سفارش کامعنٰی

اسی طرح آج کل سفارش کا بھی بہت رواج ہو گیا ہے۔ کسی بڑے آدمی کی سفارش اس لیے کرائی جاتی ہے تاکہ دوسرا آدمی شخصیت کا دباؤ محسوس کر کے کام کر ہی دے۔ یہ بھی جاہ کا ناجائز استعمال ہے۔ سفارش کا مطلب یہ نہیں کہ کسی پر دباؤ ڈال کر کوئی کام کرایا جائے بلکہ سفارش کا مطلب توجہ دلانا اور مشورہ دینا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کسی کے نام سفارشی خط لکھدیا کہ اس کو فلاں جگہ ملازم رکھ لیں۔ اب جس کے نام خط لکھا گیا ہے وہ سوچتا ہے کہ میں اتنی بڑی شخصیت کی سفارش کو کیسے رد کر دوں جب کہ جسکی سفارش کی جا رہی وہ اس منصب کا اہل نہیں ہے۔ آج کل میرے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں اور کہتے کہ فلاں شخص کے نام زور دار الفاظ میں سفارش لکھ دیں جب کہ زور دار الفاظ میں سفارش لکھنا ہی ناجائز ہے۔ سفارش کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو یہ لکھا جائے کہ فلاں شخص میرے خیال کے مطابق حاجتمند بھی ہے اور اہل بھی اگر آپ کے حالات اجازت دیں اور مصلحت کے مطابق ہو تو اس کا کام کر دیجئے میں اس کی سفارش کرتا ہوں۔ پھر اگر وہ سفارش قبول نہ کرے

تو دل پر کوئی بوجھ نہ ہو' جب کہ زور دار الفاظ میں یوں کہنا کہ آپ نے ہر حالت میں اور ہر قیمت پر یہ کام کرنا ہے' یہ سفارش ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے پر اپنی شخصیت، مال و دولت اور منصب کا دباؤ ڈالنا بھی شریعت میں ممنوع ہے۔ صرف عبادات کی بات نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں دین کی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے اور انہیں چیزوں کو فراموش کر کے ہمارا معاشرہ بگڑ رہا ہے اور ہماری زندگی تباہ ہو رہی ہے۔ اب تو کچھ اندازہ ہوا ہو گا کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ مال و جاہ کی محبت انسان کے دین میں کتنا فساد مچاتی ہیں۔ ہم لوگ جاہ و منصب کو حاصل کر کے باقاعدہ اس کا استعمال کر رہے ہیں۔

عہدے کا غلط استعمال

ہمارے ہاں جو انتخابات ہوتے ہیں اس میں ہر امیدوار یہ کہتا ہے کہ "ہمچوں ما دیگرے نیست" خود اپنے فضائل بیان کرنا اور دوسرے پر تنقید کرنا انتخابات کا لازمی حصہ ہے۔ اور ویسے بھی لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کئے بغیر کوئی انتخابات نہیں لڑ سکتا' لاکھوں کروڑوں خرچ کر کے

اسمبلی کا ممبر بن گیا یا وزارت کے عہدے پر فائز ہو گیا تو کیا اپنی خرچ کی ہوئی ساری رقم اللہ کے راستے میں لٹا دی؟ بلکہ یہ تو پوری سرمایہ کاری ہے کہ جب تک صرف کی ہوئی رقم کا دوگنا یا چوگنا وصول نہ کرے اُس وقت تک اُس کا عہدہ بے کار ہے۔ یہ سب جاہ کا حصول اس لیے ہو رہا ہے تاکہ جو ایک کروڑ روپے خرچ کئے تھے اُس کا دس کروڑ بنائے۔ اور اگر دس کروڑ نہ بنائے تو گویا ممبری لے کر حماقت کا ارتکاب کیا۔ آپ دیکھ لیں اس کا فساد معاشرے میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو حضورﷺ ان الفاظ کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں کہ جاہ کی محبت انسان کے دین میں اتنا فساد مچاتی ہے کہ جو بھوکا بھیڑیا بھی بکریوں کے گلے میں نہیں مچاتا۔

تعریف پسندی

حبِ جاہ کا دوسرا حصہ تعریف پسندی ہے۔ اس بات کا شوق کہ لوگ میری تعریف کریں یہ شوق ایک زبردست بیماری ہے جو حبِ جاہ کی بنیاد ہے، خواہ کوئی کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو لیکن اُسے اپنی تعریف سننے کا شوق ہوتا ہے جس کی وجہ سے اچھے خاصے نیکی کے کام برباد ہو جاتے ہیں۔ مثلاً

ایک مسلمان بھائی کو ھدیہ یا تحفہ دینا بہت ثواب کا کام ہے اور حضورؐ علیہ السلام نے اس کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں لیکن وہی تحفہ اگر اس لئے دیا جائے کہ اس کے ذریعے میری تعریف اور نام مشہور ہو جائے تو وہ سارا اجر و ثواب اکارت ہو جاتا ہے بلکہ الٹا گناہ لکھا جاتا ہے۔

تحفے کے بارے میں ایک غلط رواج

ہمارے معاشرے میں ایک عام سی بات ہے کہ رشتے داروں کے ہاں تحفہ لے جانے کا اتنا رواج نہیں۔ کوئی اگر تحفہ دینا بھی چاہے تو اسکو مشورہ دیا جاتا ہے کہ اس وقت چھوڑو، فلاں تقریب آنے والی ہے اُس موقع پر دو گے تو تمہارے تحفے کا نام بھی ہو گا اور تعریف بھی ہو گی کہ فلاں شخص نے یہ تحفہ دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ دیا جا رہا ہے وہ صرف نام و نمود اور دکھاوا ہے۔ جب کہ عام حالات میں اگر سادگی سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور ایک مسلمان کو خوش کرنے کے لیے تحفہ دیا جائے تو اُس کا بہت بڑا اجر ہے۔ لیکن اگر تعریف کروانا مقصود ہو تو اسکا کچھ فائدہ نہیں۔

تعریف پسندی کی کوئی حقیقت نہیں

میرے مرشد حضرت عارفی ؒ ایک بات بڑے کام کی فرمایا کرتے تھے کہ تعریف پسندی ایسی بے حقیقت چیز ہے کہ اس کا مدار دوسرے پر ہے کہ دوسرا تعریف کرے، پھر دوسرا اپنے اختیار میں کب ہے؟ تعریف کرے یا نہ کرے، اگر کر بھی دی تو کب تک کرے گا؟ مثلاً آپ نے کسی کو تحفہ دیا اس نے کہا آپ بہت سخی ہیں، دو تین مرتبہ کہکر وہ رک گیا۔ آپ نے اس سے پھر کہا کہ آپ کی تعریف مجھے بہت اچھی لگی ذرا ایک مرتبہ پھر فرما دیجئے اس نے پھر تعریف کر دی۔ اب اس سے سارا ثواب ضائع ہو جائے گا۔ اور اگر یہ سب کچھ صرف اللہ کے لیے ہوتا تو اس کا اجر ضرور آخرت میں ملتا۔ میرے مرشد ایک شعر پڑھا کرتے تھے جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اگر اس پر عمل کر لیا جائے تو حب جاہ کی بیماری دور ہو جائے۔

؎ ختم ہو جاتی ہے حب جاہ دنیا جس کے پاس
اک ذرا سی بات ہے اے دل پھر کیا اس کے پاس

ذرا تصور کریں جس نے کئی مرتبہ تعریف کر دی پھر اسکے پاس کیا رہا؟ اس بات پر اگر غور کیا جائے تو حب جاہ و دنیا ختم ہو جائے۔ اگر کوئی تعریف

کے بجائے صرف رضائے الٰہی کی خاطر کوئی کام کرے تو اُس کا اجر سرمدی ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جب انسان کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو، تعریف و توصیف نہ ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اُسکی تعریف کرواتے ہیں۔ آپ ذرا غور کریں کیا آپ کو زندگی میں کوئی ایسا شخص ملا جس کی کسی نے بھی برائی نہ کی ہو؟ کوئی نہ کوئی برائی ضرور کرتا ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبروں کی بھی برائی کی گئی لیکن جب تک تعریف اور بُرائی سے بے پرواہ ہو کر اللہ جلّ شانہ کی تعریف نہیں کرے گا اُس وقت تک حبّ جاہ ہے۔ میرے والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ تعریف بھی ایسے کی معتبر ہونی چاہیے جس کی تعریف کوئی وقعت رکھتی ہو مثلاً آپ نے کوئی بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا لیکن آپ کی تعریف کوئی جمعدار کر رہا ہے تو آپ کو اُسکی تعریف کی کیا خوشی ہوگی؟ خوشی تو اُس کی تعریف کی ہوگی جو اُس کو بہتر طریقہ پر جانتا ہے۔

ایک حجام کا واقعہ

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک حجام کو

بادشاہ نے حجامت بنوانے کے لیے بلوالیا۔ جب حجام پہنچا اس وقت بادشاہ کی آنکھ لگ گئی۔ حجام نے اتنی مہارت سے حجامت بنائی کہ بادشاہ سوتا رہا اُسکو معلوم بھی نہ ہوسکا۔ بیدار ہونے کے بعد دیکھا کہ بڑی شاندار حجامت بنی ہوئی ہے۔ اس نے کہا یہ کس طرح بن گئی؟ کسی نے کہا کہ حجام آیا تھا اُس نے سوتے ہوئے حجامت بنادی۔ بادشاہ نے کہا کہ بڑا کاریگر حجام تھا جو اتنی نفاست سے کام کیا کہ مجھ کو خبر تک نہ ہوسکی۔ لہذا اُسکو بلو لیا جائے جب وہ حجام آیا تو بادشاہ نے کہا ہم تمہاری اس مہارت کی وجہ سے تمہیں "رئیس الحلاقین" یعنی حجاموں کے سردار کا خطاب دیتے ہیں۔ جب حجام کو یہ خطاب ملا تو حجام نے کوئی خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ہم نے تمہیں اتنا بڑا خطاب دیا اور تم نے کسی بھی قسم کی خوشی کا اظہار نہیں کیا؟ حجام نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت آپ کا کرم ہے کہ آپ نے مجھے یہ خطاب دیا۔ لیکن اگر سب حجام مل کر مجھے یہ خطاب دیتے تو مجھے خوشی ہوتی کیونکہ وہ میرے ہم پیشہ اور میرے ہنر کو جاننے والے تھے اور آپ کو اس فن کی نزاکتوں سے واقفیت نہیں ہے۔ لہذا اگر کوئی غیر ماہر خطاب دے تو کوئی خاص خوشی کی بات نہیں ہے۔ بلکہ خوشی تو اُسوقت ہوتی جب میرے فن کے آدمی مجھے یہ خطاب دیتے۔ میرے والد صاحب

قدوس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ اس حجام نے بڑی حکیمانہ بات کہی کیونکہ جتنی بھی مخلوق ہے یہ اعمال صالح کی قدر جاننے والی نہیں ہے۔ اُنکی قدر اگر کوئی جاننے والا ہے تو وہ ایک ہی اللہ کی ذات ہے۔ اگر وہ تعریف کرے اور خوش ہو جائے تو پھر خوشی کی بات ہے ورنہ مخلوق کی تعریف کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ہندی زبان کی ایک کہاوت

ہندی زبان کی ایک کہاوت ہے "سہاگن وہ جسے پیا چاہے" اس کا قصہ اس طرح ہے کہ ایک عورت کو دلہن بنایا جا رہا تھا۔ دلہن بناتے وقت جو عورت بھی اُس سے ملتی تو کہتی کہ تو آج بہت خوبصورت لگ رہی ہے' تیرے بال بڑے خوبصورت لگ رہے ہیں، تیرا چہرہ بہت حسین لگ رہا ہے غرض ہر عورت اُسکی تعریف کر رہی تھی۔ اور وہ ہر عورت کو ایک ہی جواب دے رہی تھی کہ مجھے تمہاری تعریف کرنے سے خوشی نہیں مجھے تو فکر اس کی ہے کہ جہاں جا رہی ہوں اگر وہ تعریف کرے تو میرے لئے خوشی کی بات ہے۔ کیونکہ تم تو تعریف کرکے واپس چلی جاؤ گی لیکن

میرا جس سے ہمیشہ کے لیے واسطہ پڑنے والا ہے وہ میری تعریف کرے تو بات ہے۔ یہ نماز، روزے، صدقات وغیرہ جو ادا کیئے جارہے ہیں مخلوق خواہ کتنی ہی اس پر تعریف کرے وہ تعریف بے حقیقت ہے جب تک اللہ جلّ شانہ نہ فرمادیں کہ میرے بندے میں تجھ سے راضی ہو گیا۔

ہر کام اللہ کر خاطر کریں

اس لئے حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ کوئی بھی کام لوگوں کی تعریف حاصل کرنے کی خاطر نہ کرو بلکہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی خاطر کرو جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگوں سے تمام شکوے اور شکایات ختم ہو جائیں گے۔ کیونکہ آج کل یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم نے فلاں کو اتنے پیسے دیئے تھے لیکن اُس کے مُنہ سے تعریف کا ایک لفظ نہیں سُنا، ہم نے فلاں کیساتھ اتنی ہمدردی کی تھی لیکن اُس اللہ کے بندے نے شکریہ کا لفظ تک نہ بولا جس سے دلوں میں شکوے اور شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس لیے پیدا ہو رہا ہے کہ ہمدردی کرتے وقت اس بات کی طرف دھیان تھا کہ اگر میں اس کے ساتھ بھلائی کروں گا تو یہ میری تعریف کرے گا اور میرا

شکریہ ادا کرے گا اور اگر اس طرف دھیان نہ ہوتا بلکہ دل میں یہ ہوتا کہ میں تو اللہ کے لیے دے رہا ہوں خواہ یہ شکریہ ادا کرے یا نہ کرے تو پھر دل میں کسی قسم کی کوئی شکایت پیدا نہ ہوتی۔ اگرچہ اُس کا فرض تھا کہ وہ شکریہ ادا کرتا کیونکہ حدیث کے مطابق جو انسان کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ لیکن اس کے باوجود اگر کام صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کیا جاتا تو دل میں اس قسم کی کوئی بات پیدا نہ ہوتی۔ لہذا اس مخلوق کی بے حقیقت رضامندی کو چھوڑ کر خالقِ حقیقی کی رضا کی فکر کرنی چاہیے۔

حبِ جاہ کا علاج

حبِ جاہ کا علاج حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی ایسا کام کرو جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ اس کی وجہ سے لوگ میری تعریف کریں گے تو ایک مرتبہ دل میں یہ سوچ لو کہ یا اللہ میرا یہ کام آنے والا ہے جس کے بارے میں لوگ میری تعریف کریں گے، اس تعریف کے ذریعے میرا نفس خراب نہ کیجئے گا۔ کیونکہ یہ

تعریف حقیت میں آپ کی تعریف ہے، آپ نے توفیق عطا فرمائی ہے اس لیے میں آپ کا شکر ادا کرتا کہ لوگوں نے تعریف کی آپ نے اُن کے دلوں سے میرے عیوب چھپادیے۔اور اچھائی ظاہر کردی۔اگر آپ یہ نہ کرتے اور میری اندرونی حقیقت سامنے آجاتی تو لوگ نفرت کرتے اور میرے پاس بیٹھنے کو تیار نہ ہوتے۔اے اللہ یہ تیری ستاری ہے کہ تونے میرے عیوب پر پردہ ڈال کر میرے ایک عمل کو اس طرح ظاہر کردیا کہ جس کی وجہ سے لوگ میری تعریف کر رہے ہیں۔یااللہ آپ اس تعریف سے میرے نفس کو خراب نہ کیجیے۔ بس اللہ تعالیٰ سے ہر ایسے موقع پر یہ دعا کرلو۔پھر دیکھو انشاءاللہ تعالیٰ ضرور محفوظ رکھیں گے۔

جب کوئی اچھا کام ہو جائے

جب کوئی اچھا کام ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرد کہ اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ یہ کام تو نے کروادیا ورنہ یہ میرے بس میں نہیں تھا یہ صرف آپ کا کرم ہے۔اب اس کے ذریعے میرے دل کو خراب نہ کیجئے گا۔باقی اپنی نیتوں کو درست کرنے کی فکر ہو یعنی اللہ کی رضامندی

حاصل کرنے کی فکر ہونی چاہئے، مخلوق کی رضامندی کی فکر نہ ہو۔ اس لئے کہ مخلوق کی رضامندی بے حقیقت ہے لہذا جب بھی مخلوق کی رضا مندی کا خیال آئے تو فوراً اس بات کا تصور کریں کہ مخلوق تو ساری فنا ہونے والی ہے لہذا اس کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اپنی نگاہ اللہ کیطرف لے جائیں۔ کسی نے کیا خواب کہا ہے

یہ کہاں کا فسانہ سودوزیاں
جو گیا سو گیا جو ملا سو ملا

کہو ل سے جو فرصتِ عمر ہے کم
جو دلا تو خدا ہی کی یاد دلا

کوئی کچھ بھی کہے اس کی فکر نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اُس کی رضا کی فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت سے یہ حقیقت ہمارے دلوں میں بٹھا دے اور اس پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔۔۔۔ آمین

﴿وآخر دعوانا ان الحمد اللّٰہ ربّ العٰلمین﴾